سادگی کسے کہتے ہیں؟ سادگی سے متعلق اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر: Fsd-8576 تاریخ: 21-10-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ سادگی کی شرعی اعتبار سے کیا تعریف ہے؟ کھانے پینے، پہننے، مکان، گاڑی، سامان، وغیرہ جملہ اُمور میں سادگی کی تفصیل کیا ہے؟

نیز کیا ہر حال میں سادگی ہی سنت ہے یا اس کے علاوہ بھی سنت ہے، مثلاً: عید کے موقع پر اچھے کپڑے پہننا یا وُفود کی آمد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بہت مہنگا لباس پہننا سادگی کی تعریف میں آئے گا یا یہ کہا جائے گا کہ ایسے مواقع پر سادگی کے علاوہ دوسرا طریقہ سنت ہے؟ شرعی رہنمائی کر دیجیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

دینِ اسلام میں سادگی مطلوب و پسندیدہ ہے، نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور سلف صالحین نے سادگی کو اختیار فرمایا اور اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔

البتہ یہ ذہن میں رہے کہ پھٹے، پرانے اور پراگندہ کپڑے پہننے، میلا کچیلا رہنے یا سرے سے بے گھر ہو جانے کا نام سادگی نہیں۔ احادیثِ طیبہ اور عباراتِ فقہاء و علماء سے سادگی کا جو مفہوم نکلتا ہے، وہ یہ ہے کہ **زندگی کے معاملات یعنی کھانے، پینے، پہننے، برتنے اور رہن سہن وغیرہا میں بے جا تکلفات اور اسراف سے بچنے کا نام سادگی ہے، جبکہ کنجوسی کی حد تک نہ پہنچ جائے۔** مثلاً: یہ عادت کہ اکثر اوقات لباس میں نئے لباس کو ہی ترجیحاً پہننا اور دو چار بار پہننے کے بعد نیا لباس لے لینا، بے جا تکلف اور سادگی کے منافی

عمل ہے۔ یونہی غذا میں بھی اکثر اوقات مرغن و عمدہ غذائیں کھانا اور سادہ کھانے کو ناپسند جاننا، بے جا تکلف اور سادگی کے مخالف ہے، وعلی هذا القياس، یہی حکم رہن، سہن، سواری اور برتنے کے سامان وغیرہ میں ہو گا۔

دوسری طرف یہ پہلو بھی توجہ طلب ہے کہ ان معاملات میں ایسی کمی کرنا کہ لوگوں کی طرف سے انگلیاں اٹھیں کہ کتنی نکمی حالت بنارکھی ہے، یہ سادگی نہیں، بلکہ کنجوسی ہے، جیسے مال و دولت ہونے کے باوجود ہر وقت ایسی حالت میں رہنا کہ غربت و فقیری چھلکے، اپنی جائز ضروریات کو بھی اچھے طریقے سے پورا نہ کرنا، اپنے اہل و عیال پر خرچ نہ کرنا اور اِنہیں محتاجوں والی حالت پر چھوڑے رکھنا۔ یہ حالت بخل و کنجوسی میں شامل ہے اور ناپسندیدہ ہے، لہٰذا دونوں جانب اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کرنا ہی بہترین طریقہ ہے۔

مزید یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ تکلف کا اعتبار اور معیار زمانے، طبقے اور علاقے کے اعتبار سے مختلف ہو سکتا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ ایک چیز ایک طبقے یا شخص یا علاقے والوں کے لیے بہت زیادہ پُر تکلف ہو، لیکن دوسرے کے لیے اس کی مالی حیثیت کے لحاظ سے سادہ ہو، لہٰذا جس کی جیسی حیثیت ہے یا وہ جس ماحول میں ہے، اس کے لیے سادگی کا معیار بھی اسی لحاظ سے ہو گا، جیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز فقیر کے حق میں اِسراف ہو جبکہ بادشاہ کے حق میں وہی بخل قرار پائے۔

اب جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کیا ہر حالت میں سادگی اپنانا سنت ہے یا بعض خاص مواقع پر مہنگے، قیمتی لباس پہننا، وغیرہ بھی سنت اور مطلوبِ شرع ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عمومی اور اکثر حالات میں سادگی اپنانا حضور علیہ الصلاۃ و السلام کی سنت ہے، البتہ کچھ خاص مواقع، مثلاً: جمعہ، عیدین، و دیگر اہم مواقع پر یا کبھی کبھار اظہارِ نعمتِ خداوندی کے لیے قیمتی لباس پہننا، قیمتی غذائیں کھانا اور دیگر قیمتی چیزیں برتنا، شرعاً مستحسن اور اچھا عمل ہے، جبکہ تکبر و شہرت سے پاک ہو۔ حضور سیدِ دوعالم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مبارک، مقدس معمول یہی تھا، چنانچہ جب مختلف علاقوں کے وُفود بارگاہِ

رسالت صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوتے، تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بسا اوقات خود بھی وفد کے آنے پر نہایت ہی قیمتی لباس زیب تن فرماتے اور اپنے قریبی اصحابِ کرام علیہم الرضوان کو بھی حکم دیتے تھے، پھر ان مہمانوں کو اچھے سے اچھے مکانات میں ٹھہراتے اور ان لوگوں کی مہمان نوازی اور خاطر مدارات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے۔

مذکورہ بالا تمام احکام پر دلائل یہ ہیں:

سادہ لباس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:"ومن ترك لبس ثوب جمال وهو يقدر عليه،قال بشر:احسبه،قال:تواضعا، كساه الله حلة الكرامة "یعنی جو باوجودِ قدرت عمدہ کپڑے پہننا تواضع (عاجزی) کے طور پر چھوڑ دے گا اللہ پاک اس کو کرامت کا حُلّہ (یعنی جنّتی لباس) پہنائے گا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، جلد2، صفحہ316، مطبوعہ لاہور)

دوسری حدیث پاک میں ہے:"عن أبي أمامة،قال:ذكر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما عنده الدنيا،فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:ألا تسمعون،ألا تسمعون،إن البذاذة من الايمان، إن البذاذة من الايمان "ترجمہ: حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آپ کے اصحاب دنیا کا تذکرہ کر رہے تھے، تو رسول پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا سنتے نہیں ہو؟ کیا سنتے نہیں ہو؟ سادگی کی حالت میں ہونا ایمان سے ہے، سادگی کی حالت میں ہونا ایمان سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، جلد2، صفحہ220، مطبوعہ لاہور)

سادگی کے لیے عربی میں ایک لفظ "البذاذة "استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث پاک میں ذکر ہوا، اس کے معنی اور مراد کے متعلق "التمهيد لابن عبد البر"، "رياض الصالحين"، "الميسر في شرح المصابيح لشهاب الدين توربشتي "میں اور "بريقه محموديه في شرح طريقه محمديه "میں

ابوسعید الخادمی محمد بن مصطفی نقشبندی حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سال وفات:1176ھ) لکھتے ہیں:" « البذاذة» بفتح الباء رثاثة الهيئة وخلوقة الثياب وقيل الدون من الثياب «من الايمان» مع القدرة على النفيسة بلا وجدان كراهة في القلب " یعنی "البذاذة" باء کے فتحہ کے ساتھ ہے، جس کا لغوی معنی ہے: شکستہ حال ہونا ، پرانے کپڑوں والا ہونا۔ اور مراد یہ ہے کہ اعلیٰ اور نفیس کپڑے پہننے پر قدرت ہونے کے باوجود معمولی لباس اس طرح پہننا کہ دل میں کوئی ناپسندیدگی نہ ہو، یہ سادگی ہے۔

(بریقه محمودیه شرح طریقه محمدیه، جلد2، صفحه 223، مطبوعه مطبعة الحلبي)

اور "الزھدلاحمد بن حنبل"، "تحفة الابرار للقاضی بیضاوی"، "شرح المصابیح لابن الملك"، "المفاتیح فی شرح المصابیح"، "مرقاة المفاتیح"، "مرقاة الصعود"، "شرح سنن ابوداؤد لابن رُسلان" میں ہے، واللفظ لتحفة الابرار:" والمعنى: أن الرثاثة في اللباس والتحرز عن التأنق في التزين من أخلاق أهل الايمان "ترجمہ: مراد یہ ہے کہ لباس میں بہت معمولی کو اختیار کرنا اور زیب و زینت میں زیادہ خوش نمائی، چمک دمک سے بچنا اہلِ ایمان کے اخلاق میں سے ہے۔

(تحفة الأبرار شرح مصابيح السنة، جلد3، صفحه 144، وزارة الأوقاف والشؤون الاسلامية، كويت)

اسی حدیث پاک کے تحت مفتی محمد احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1391ھ / 1971ء) لکھتے ہیں:" معمولی لباس پھٹے پرانے کپڑے پہننے سے شرم و عار نہ ہونا کبھی پہن بھی لینا مؤمن متقی کی علامت ہے، ہمیشہ اعلیٰ درجہ کے لباس پہننے کا عادی بن جانا کہ معمولی لباس پہنتے شرم آئے طریقہ متکبرین کا ہے، یہاں ایمان سے مراد کمالِ ایمان ہے۔"

(مرأة المناجیح، جلد6، صفحه104، مطبوعه نعیمی کتب خانه، گجرات)

لباس کے علاوہ، کھانے، پینے، رہن سہن، وغیرہ دیگر اُمور میں بھی یہی مراد ہے، یعنی ان میں بھی بے جا تکلفات سے بچنا سادگی ہے۔ چنانچہ سادگی کی تعریف بیان کرتے ہوئے شیخ الحدیث، علامہ عبد المصطفٰی اعظمی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہ لکھتے ہیں:" **سادگی: خوراک 'پوشاک 'سامانِ زندگی، رہن سہن ہر چیز میں بے جا تکلفات سے بچنا۔**" اور زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی رکھنا یہ بہت ہی پیاری عادت اور نہایت ہی

نفیس خصلت ہے۔ سادہ طرزِ زندگی میں امیری ہو یا فقیری ہر جگہ ہر حال میں راحت ہی راحت ہے۔ اس عادت والا آدمی نہ کسی پر بوجھ بنتا ہے، نہ خود قسم قسم کے بوجھوں سے زیر بار ہوتا ہے۔۔۔ ہر مسلمان مرد اور عورت کو چاہیے کہ سادگی کی زندگی بسر کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی اس سنتِ کریمہ پر عمل کرے اور دنیا و آخرت کی راحتوں اور سعادتوں سے سرفراز ہو۔"

(جنتی زیور، صفحہ 140، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

پراگندگی، میلا کچیلا ہونے کا نام سادگی نہیں، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ (سالِ وفات:911ھ /1505ء) نے "**مرقاۃ الصعود**" میں لکھا، یونہی **فتح الودود** میں ہے:" وقال الخطابي: كره رسول الله صلى الله عليه وسلم الافراط في التنعم والدهن والترجيل وأمر بالقصد في ذلك، **وليس معناه ترك الطهارة والتنظيف، فإن الطهارة والنظافة في الدين** " ترجمہ: امام خطابی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ناز و نعمت میں، تیل لگانے، کنگھا کرنے، وغیرہ اُمور میں افراط یعنی حد سے بڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس میں میانہ روی کا حکم دیا ہے اور "البذاذة "(سادگی) سے یہ مراد نہیں کہ طہارت و پاکیزگی اور صفائی، ستھرائی کو چھوڑ دیا جائے، کیونکہ طہارت اور نظافت کا حکم تو دینِ اسلام میں موجود ہے۔ **(فتح الودود في شرح سنن أبي داود، جلد 4، صفحہ 159، مطبوعہ مصر)**

شمس الائمہ، امام سَرَخۡسی رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ (سالِ وفات:483ھ /1090ء) اور علامہ مَجۡدُ الدین مُوصَلی حنفی رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ (سالِ وفات:683ھ /1284ء) نے جو اس بارے میں کلام کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لباس کے معاملے میں وہی حکم ہے جو کھانے، پینے اور دیگر اُمور میں ہے یعنی ہر معاملہ میں حد سے زیادہ بڑھنے اور کمی کرنے سے بچے۔ اور اس سب کی اصل وہ حدیث پاک ہے جس میں نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دو کپڑوں سے منع فرمایا ہے۔ (1) ایسا اعلیٰ و عمدہ لباس جس کی طرف انگلیاں اٹھیں۔ (2) اور دوسرا اتنا کم تر لباس کہ جس کی طرف انگلیاں اٹھیں، کیونکہ ایک میں اسراف ہے اور دوسرے میں بخل و کنجوسی ہے، جبکہ کاموں میں بہترین میانہ روی ہے، لہٰذا **عمومی حالات میں صاف، ستھرا دُھلا لباس پہنے اور**

نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس فرمان «البذاذة من الایمان» پر عمل کرتے ہوئے ہر بار نئے لباس کا تکلف نہ کرے، البتہ مخصوص مواقع، جیسے عید، جمعہ یا دیگر اہم امور میں یا بغیر ناموری اور تکبر کی نیت کے فقط اظہارِ نعمتِ خداوندی کی نیت سے پہن لینے میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کچھ مخصوص لباس تھے جو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اہم مواقع پر پہنا کرتے تھے۔ البتہ ہر وقت اس کا تکلف کرنے میں لوگوں میں شیخی و ناموری کا عنصر پایا جاتا ہے، نیز اس میں فقراء و محتاج لوگوں کے رنج و ملال کا سامان بھی ہے، لہٰذا اولیٰ یہی ہے کہ ہر وقت زیب و زینت اور عمدہ و اعلیٰ چیزوں کو اپنانے اور استعمال کرنے سے بچا جائے۔

عبارت یہ ہے:" (قال وأمر اللباس نظير الأكل في جميع ما ذكرنا) يعني أنه كما نهى عن الاسراف والتكثير من الطعام فكذلك نهى عن ذلك في اللباس **والأصل فيه** ما روي «أن النبي صلى الله عليه وسلم: نهى عن الثوبين» والمراد أن لا يلبس نهاية ما يكون من الحسن والجودة في الثياب على وجه يشار إليه بالأصابع أو يلبس نهاية ما يكون من الثياب الخلق على وجه يشار إليه بالأصابع، فإن أحدهما يرجع إلى الاسراف والآخر يرجع إلى التقتير وخير الأمور أوسطها فينبغي أن يلبس في عامة الأوقات الغسيل من الثياب، ولا يكلف الجديد الحسن عملا بقوله صلى الله عليه وسلم «البذاذة من الايمان» **إلا أنه لا بأس بأن يلبس أحسن ما يجد من الثياب في بعض الأعياد والأوقات والجمع**، لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم: أن كان له جبة أهداها إليه المقوقس فكان يلبسها في الأعياد والجمع وللوفود ينزلون إليه، وروي أنه كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم قباء مكفوف بالحرير وكان يلبس ذلك في الأعياد والجمع» **ولأن في لبس ذلك في بعض الأوقات إظهار النعمة** قال صلى الله عليه وسلم: إذا أنعم الله على عبد أحب أن يرى أثرها عليه»، وفي التكلف لذلك في جميع الأوقات معنى الصلف وربما يغيظ ذلك المحتاجين والتحرز عن ذلك أولى وكذا في زمان الشتاء لا ينبغي أن يظاهر بين جبتين أو ثلاثة إذا كان يكفيه لدفع البرد جبة واحدة، فإن ذلك يغيظ المحتاجين، وهو منهي عن اكتساب سبب يؤذي غيره ومقصوده يحصل بما دون ذلك۔

(المبسوط، جلد30، صفحہ268، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت)

(الاختیار، جلد4، صفحہ177، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں: ”اتنا لباس جس سے ستر عورت ہو جائے اور گرمی سردی کی تکلیف سے بچے فرض ہے اور اس سے زائد جس سے زینت مقصود ہو اور یہ کہ جبکہ اللہ (عزوجل) نے دیا ہے تو اُس کی نعمت کا اظہار کیا جائے، یہ مستحب ہے۔ خاص موقع پر مثلاً جمعہ یا عید کے دن عمدہ کپڑے پہننا مباح ہے۔ اس قسم کے کپڑے روز نہ پہنے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اِترانے لگے اور غریبوں کو جن کے پاس ایسے کپڑے نہیں ہیں نظر حقارت سے دیکھے، لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے اور تکبر کے طور پر جو لباس ہو وہ ممنوع ہے۔“

(بہارِ شریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ409، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ہر زمانے اور مختلف طبقے کے لوگوں کے لحاظ سے تکلف کا اعتبار بھی مختلف ہو گا، چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات:1176ھ) لکھتے ہیں: ”قال: ولا اختلاف بین قوله صلی الله علیه وسلم: "إن البذاذة من الایمان" وبین قوله صلی الله علیه وسلم: "إن الله یحبّ أن یُری أثر نعمته علی عبده" لأن هناك شیئین مختلفین في الحقیقة قد یشتبهان بادئ الرأي، أحدهما مطلوب، والآخر مذموم، فالمطلوب: ترك الشحّ، ویختلف باختلاف طبقات الناس، فالذي هو في الملوك شحّ ربما یکون إسرافاً في حقّ الفقیر، وترُك عادات البدو، واللاحقین بالبهائم، واختیارُ النظافة، ومحاسنُ العادات، والمذموم: الإمعان في التکلّف، والمراءاة، والتفاخر بالثیاب، وکسر قلوب الفقراء، ونحو ذلك، وفي ألفاظ الحدیث إشارات إلی هذه المعاني، کما لا یخفی علی المتأمّل“ ترجمہ: نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس فرمانِ مبارک "سادگی ایمان سے ہے" اور اس فرمانِ مبارک "بے شک اللہ پاک بندے پر اپنی نعمت کے اثر کو دیکھنا پسند فرماتا ہے" کے درمیان کوئی اختلاف و تضاد نہیں ہے، کیونکہ حقیقتاً یہاں دو مختلف چیزیں ہیں، اگرچہ ظاہری نظر میں آپس میں اشتباہ پیدا ہوتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہاں ایک چیز شرعاً مطلوب ہے اور دوسری مذموم ہے۔ جو شے مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ بخل کو ترک کیا جائے اور اس کا اعتبار مختلف طبقات کے لوگوں کے حساب سے مختلف ہو گا، کوئی چیز بادشاہ کے حق میں بخل قرار پاتی ہے، لیکن وہی فقیر کے حق میں اسراف سمجھی جاتی ہے، اسی طرح اَن پڑھ دیہاتیوں اور

چرواہوں کی عادات کو چھوڑ دینا مطلوب ہے اور نظافت اور اچھی عادات کو اختیار کرنا مطلوب ہے، جبکہ **تکلفات میں مگن رہنا، دکھاوا، لباس میں تفاخر اور فقراء کے دلوں کو توڑنا مذموم ہے۔** حدیثِ پاک کے الفاظ میں اِنہی معانی کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ غور و فکر کرنے والے پر مخفی نہیں۔

(حجۃ اللہ البالغۃ، جلد2، صفحہ189، مطبوعہ دار الجیل، بیروت، لبنان)

خاص مواقع، مثلاً: جمعہ، عیدین، و دیگر اہم مواقع پر یا کبھی کبھار اظہارِ نعمتِ خداوندی کے لیے عمدہ لباس پہننا، عمدہ غذائیں کھانا اور دیگر عمدہ چیزیں برتنا، شرعاً جائز، بلکہ مستحسن اور اچھا عمل ہے جبکہ تکبر و ناموری نہ ہو، چنانچہ حدیث پاک میں ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن اللہ یحب أن یری أثر نعمته علی عبده" ترجمہ: رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: **بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کے اثر کو دیکھنا پسند فرماتا ہے۔**

(سنن الترمذی، ابواب الاستیذان۔۔۔الخ، جلد2، صفحہ570، مطبوعہ لاہور)

اس حدیث پاک کے تحت مفتی محمد احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1391ھ / 1971ء) لکھتے ہیں: "جسے رب تعالیٰ نے مال دیا ہے **تو وہ بخل کی بنا پر بہت ہلکے کپڑے نہ پہنے، بلکہ کبھی اچھے کپڑے پہنے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو** اور فقراء اسے غنی سمجھ کر اس سے کچھ مانگ بھی سکیں، اگر اللہ نے عالم دین بنایا ہے، تو عالمانہ لباس پہنے تاکہ حاجتمند لوگ اس سے مسئلے پوچھ سکیں، رب کی نعمت کا اظہار بھی شکر ہے، اس کی نعمت چھپانا کُفران ہے۔ **یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ معمولی کپڑے پہننا ایمان سے ہے۔ وہاں تکبر، تکلف کی ممانعت تھی،** یہاں شکر اور اظہارِ نعمت الٰہی کا حکم ہے، ایک ہی چیز ایک نیت سے بری ہوتی ہے دوسری نیت سے اچھی۔"

(مرأۃ المناجیح، جلد6، صفحہ106، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات)

نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عمل مبارک سے بھی یونہی ثابت ہے، چنانچہ وفود کے آنے پر نہایت قیمتی پوشاک زیب تن فرماتے تھے، جیسا کہ علّامہ عبد الرحمن ابنِ جوزی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی

عَلَیْہ نے لکھا:”کان طول رداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ اذرع وعرضہ ذراعین ونصف وکان لہ ثوب اخضر یلبسہ للوفود اذا قدموا علیہ“ترجمہ: رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی چادر مبارک کی لمبائی چار گز اور چوڑائی اڑھائی گز تھی اور آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک چادر سبز رنگ کی تھی جسے وفود سے ملاقات کے وقت زیبِ تن فرماتے تھے۔

(الوفاء باحوال المصطفی، ابواب لباسہ، صفحہ 581، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سیرتِ مصطفیٰ میں مدارج النبوۃ کے حوالہ سے ہے:”حضور سیدِ عالم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قبائل سے آنے والے وفدوں کے استقبال، اوران کی ملاقات کا خاص طور پر اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ ہر وفد کے آنے پر آپ علیہ الصلاۃ و السلام نہایت ہی قیمتی پوشاک زیب تن فرما کر کاشانہ اقدس سے نکلتے اور اپنے خصوصی اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی حکم دیتے تھے کہ بہترین لباس پہن کر آئیں، پھر ان مہمانوں کو اچھے سے اچھے مکانوں میں ٹھہراتے اور ان لوگوں کی مہمان نوازی اور خاطر مدارات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے اور ان مہمانوں سے ملاقات کے لئے مسجد نبوی میں ایک ستون سے ٹیک لگا کر نشست فرماتے پھر ہر ایک وفد سے نہایت ہی خوش روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو فرماتے اور ان کی حاجتوں اور حالتوں کو پوری توجہ کے ساتھ سنتے اور پھر ان کو ضروری عقائد و احکامِ اسلام کی تعلیم و تلقین بھی فرماتے اور ہر وفد کو ان کے درجات و مراتب کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ نقد یا سامان بھی تحائف اور انعامات کے طور پر عطا فرماتے۔ **(سیرت مصطفی، صفحہ 507)**

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب نہم، جلد2، صفحہ 359، مطبوعہ مرکز اہلسنت، مختصراً)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

05 ربیع الاخر 1445ھ/21 اکتوبر 2023ء

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net کے ذریعے کی جا سکتی ہے